حوزے ساراما گواور ہم عصر بے بصری کا المیہ

سفیر حیدر

شعبۂ اردو، جی سی، یونیورسٹی لاہور

Abstract

Jose saramago has represented the reverse progress of pseudo "civilised" modern man in his novel "andhay log". This article points out sources of contemporary blinded lifestyle in saramago's fiction. Morover, this article also discusses the wide prospect in which the metaphor of 'blindness' has been used by Jose Saramago.

ڈارون کے نظریہ ارتقا کے مطابق انسان جو کہ لاکھوں سالوں کا ارتقائی سفر طے کرتے ہوئے ایک ترقی یافتہ اور مہذب مخلوق کی شکل اختیار کر چکا ہے لیکن بنی نوع انسان کی اخلاقی اور روحانی تاریخ کا مطالعہ ڈارون کے دعوے کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہے۔

معلوم انسانی تاریخ کا مطالعہ اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ بنی نوع انسان اس کرۂ ارض کی سب سے زیادہ ظالم مخلوق ہے جس نے ظلم ایجاد کیا اور کرۂ ارض پر انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جو ظلم کا ارتکاب کر کے تسکین محسوس کرتا ہے۔ دوسرے جاندار بھی شاہراہِ حیات پر وظیفۂ ظلم ادا کرتے ہیں لیکن غیر منظّم طریقے سے اور حیوانی ضروریات کے زیرِ اثر جو کہ تسکین کے احساس سے عاری ہوتا ہے۔ منظّم ظلم انسان ہی کی دریافت ہے اس انسانی رویے کی کسی پرت یا پہلو کے باعث افضال احمد سیّد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں: ''ہمیں کچھ لفظوں کو بھول جانا چاہیے مثلاً بنی نوع انسان'' [۱]

ایرش فریڈ نے تمثالِ انسانی کی تنسیخ کے کسی منظر کو دیکھ کر یہ مکالمہ تخلیق کیا ہوگا:

''میں نے پتھروں سے کہا
تم انسان کیوں نہیں بن جاتے
کہنے لگے!
ہم میں ابھی اتنی سختی نہیں آئی۔'' [۲]

دورِ جدید کے نام نہاد ''مہذب'' انسان کی معکوس ترقی کا منظر نامہ حوزے ساراما گو نے اپنے ناول ''اندھے لوگ'' میں پیش کیا ہے۔

تہہ دار اور پیچیدہ اسلوب اور پرفریب فن کے پیش نظر تشکیل شدہ اس ناول کا آغاز چوک پر سرخ اشارے کی وجہ سے ٹریفک رکنے سے ہوتا ہے۔سرخ اشارے کے سبب رکی ہوئی گاڑیوں میں سے ایک گاڑی کی عدم حرکت کے باعث ٹریفک جام ہو جاتا ہے کیونکہ گاڑی میں بیٹھا ہوا شخص اچانک اندھا ہو جاتا ہے۔

اس کا المیہ ''گودو کے انتظار میں'' کے اس کردار سے مماثل ہے جو کہتا ہے:''اس وقت جب میں جاگا تو میں قسمت کی طرح اندھا تھا'' ۳

ناول کا آغاز سرخ اشارے پر ایک شخص کے اچانک اندھا ہو جانے سے ہوتا ہے اور پھر سلسلہ دراز ہوتے ہوئے پورے ملک کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے کیونکہ اندھے پن کی وباء پھیل جاتی ہے پھر کہانی ایک وجدانی اور علامتی دنیا میں داخل ہو کر دورِ جدید کا ہولناک منظر نامہ مرتب کرتی ہے۔

حوزے ساراما گو کے مطابق:

''شاید اندھوں کی دنیا میں ہی چیزیں اپنی حقیقی صورت میں نظر آئیں'' ۴

جسے دیکھ کر اس بات کی صداقت کا احساس ہوتا ہے کہ:

''میرے نزدیک جانوروں میں رہنے سے انسانوں میں رہنا زیادہ خطرناک ہے'' ۵

جدید دور کا انسان جو اخلاقی اندھا پن، روحانی یادداشت کا اندھا پن، احساس کا اندھا پن، قسمت کا اندھا پن جیسے خطرناک امراض کا شکار ہو چکا ہے گویا اندھے پن کی سزا اس کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے اور اس نے ایسے اسباب وعلل پیدا کر لیے ہیں کہ وہ اندھے پن کے پھیلاؤ کے باعث اس وبا میں جکڑا گیا ہے۔

''اندھے لوگ ناول طاقت، لالچ اور برداشت کے حوالے سے ہے کہ کس طرح حکومتیں اور باشندے بحرانوں کا شکار ہوتے ہیں اس کی تہہ میں وہ راز پوشیدہ ہے کہ جو ہمیں انسان بناتا ہے'' ۶

''حیوانی فطرت ہے ہی ایسی، نباتاتی زندگی کی اگر جڑیں نہ ہوتیں تو وہ بھی بالکل ایسے ہی رویے کا مظاہرہ کرتی'' ۷

ناول میں تمام کردار اندھے ہیں سوائے ڈاکٹر کی بیوی کے اپنی بینائی رکھتی ہے۔پس پردہ کردار جو ناول میں ظاہر نہیں کئے گئے ان میں اندھے جابر، اندھے جمہوری رہنما، اندھے مذہبی واخلاقی اور روحانی مبلغ شامل ہیں۔

ناول میں کرداروں کو ان کے ناموں کے بجائے پیشوں اور شناختی نشانوں کے ذریعے متعارف کرایا گیا ہے۔کردار کو نام نہ دینا بھی الگ معنویت رکھتا ہے۔کیونکہ اندھا پن ہی ان کی پہچان ہے اور اندھے لوگوں کو پہچان کے لیے نام کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

''وقت کی گزران کے ساتھ، معاشرتی ارتقا اور باہمی نسلی تبادلوں کی وجہ سے ہم یہاں تک پہنچے ہیں

کہ ہم اپنے ضمیر کو اپنے لہو کے رنگ آنسوؤں کے نمک میں ڈھال سکیں اور جیسے یہ کافی نہیں تھا، ہم نے اپنی آنکھوں کو ایک قسم کے آئینے بنالیا اور ان کا رخ اندر کی طرف کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب وہ بلا کم و کاست وہی دکھاتے ہیں جس سے ہم زبانی منکر ہونے کی کوشش کرتے ہیں'' ۸

نام کی گمشدگی کا المیہ بھی عہد جدید کی عطا ہے۔مثلاً

ڈاکٹر جو ماہر امراضِ چشم ہے، ڈاکٹر کی بیوی جو اندھے پن کی وبا سے محفوظ رہتی ہے، کالے چشمے والی لڑکی پہلا اندھا ہونے والا شخص، پہلے اندھے شخص کی بیوی، اندھے وارڈ میں اندھے استحصال پسندوں کا گروہ اور اندھے گرہ کا لیڈر، بھینگی آنکھ والا لڑکا، کار چور، سیاہ پیوند والا بوڑھا آدمی، فارمیسی اسسٹنٹ، نچلے فلور والی بڑھیا، اندھا اکاؤنٹنٹ، اندھا لکھاری، آوارہ کتا جو اندھوں کا ساتھی بن جاتا ہے۔بقول ناول نگار:

''جس کی مشکل یہ تھی کہ وہ انسانوں کے زیادہ قریب آ گیا تھا'' ۹

کوئی ارضی وباء یا غیبی عذاب نہیں بلکہ خود پیدہ کردہ ہے۔جس سے چھٹکارا ہرگز ممکن نہیں۔ہم وہی دیکھتے ہیں جو کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں حقیقت کی پرواہ کیے بغیر، جب ہم نے اپنے آپ کو اسی سانچے میں ڈھال لیا ہے تو اس سے رہائی کس طرح ممکن ہو۔اندھے لوگ ناول انسان کی اسی کورچشمی سے پردہ اٹھاتا ہے۔

مذکورہ ناول کردار نگاری، کہانی کے فن اور تکنیک کی عمدہ مثال ہے۔اسلوب مشکل اور پیچیدہ ہونے کے باوجود دلچسپی کے عنصر سے خالی نہیں۔دوران مطالعہ اَن دیکھی، خیالی اور حقیقی دنیا کی سیاحت قاری پر حیرت واستعجاب کے نئے در وا کرتی ہے اور ایک ایسی کربناک اور دل دہلا دینے والی فضا قائم ہو جاتی ہے جو بظاہر خیالی نظر نہیں آتی بلکہ جدید دور کے انسان کی نفسیاتی اور روحانی تفتیش کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔جس کے ذریعے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ انسان بظاہر مہذب مخلوق ہونے کا دعوے دار ہے لیکن جیسے ہی اسکا سامنا غربت، افلاس، اور تنگدستی سے ہوتا ہے تو وہ وحشی درندوں سے بھی بھیانک صورت اختیار کر لیتا ہے۔قوتِ اظہار کے زور کی وجہ سے طنزیہ اور گہرے فلسفیانہ بیانیے کی شکل اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔

اندھے پن کی علامت جو ناول میں سنگِ میل کی حیثیت سے موجود ہے، میں بھی گہری رمز پنہاں ہے جس نے انسان کی راہ گم کردہ اور بے سمت ترقی کا پول کھول کر رکھ دیا ہے جس آدم خاکی کے عروج سے انجم سہم جانے کا گمان کیا جاتا ہے اس کے کامل بننے کے امکانات کو مؤثر اور مدلل انداز میں رد کیا گیا ہے۔ترقی کے جنون میں بصارت سے ناطہ توڑ لینا کہاں کی دانش و حکمت ہے۔اس تناظر میں احمد فراز کا خوبصورت شعر ملاحظہ کیجیے:

یہ میرے ساتھ کیسی روشنی ہے
کہ مجھ سے راستہ دیکھا نہ جائے ۱۰

دنیائے موجود جو ایک بے سمت اور ہجوم کی شکل اختیار کر چکی ہے جن کی زندگی ایڑیوں کے بل چلتی نظر آتی

ہے ناول پڑھتے ہوئے اس بات کا گمان گزرتا ہے کہ قاری خود اس انتشار کا حصہ بن چکا ہے جو کہ انسانی ارتقاء کی دین ہے وہ ترقی، کامیابی اور رزق کی تلاش میں دوڑتے ہجوم کی زد میں ہے۔

بقول شخصے: ''ایک چال جو عظیم ناول چلتے ہیں وہ ہمیں یقین دلا دیتے ہیں کہ دنیا ویسی ہی ہے جیسی وہ اسے بیان کر رہے ہیں۔ ۱۱

ناول کی تخلیق کے محرک کا اظہار حوزے ساراما گو نے اپنے انٹرویو میں بیان کیا ہے جس سے ناول کا پلاٹ، مرکزی خیال اور روحِ عہد جدید سامنے آتی ہے:

''میں ریستوران میں بیٹھا لنچ لائے جانے کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک بغیر کسی پیش بینی کے مجھے خیال گزرا اگر ہم سب اندھے ہوں تو، گویا اپنے سوال کا جواب دیتے ہوئے میں نے خیال کیا ہم سب تو واقعی اندھے ہیں۔'' ۱۲

اپنے انٹرویو میں حوزے ساراما گو نے ناول کے مترجم گائیووانی پونٹائرو کے بارے میں اس دلچسپ اتفاق کا ذکر کیا گیا کہ دورانِ ترجمہ اس کی اپنی بینائی بھی رخصت ہونا شروع ہو گئی تھی۔

نیا عالمی استحصالی نظام کہ جس نے ایسے طبقے کو فروغ دیا ہے جس کے سامنے عوام انکار کی قوت سے عاری اور ان کی مرضی کے تابع مخلوق بن چکے ہیں کہ جہاں کسی کو شخصی آزادی یعنی آزادیِ رائے کا حق نہیں ہے وہ گویا ایک قسم کی کٹھ پتلیاں بن گئے ہیں جو کہ ان کے اشارے کے مطابق حرکت کرتے ہیں۔ اندھے نظام اور اندھے ضابطوں سے بھری دنیا جہاں خوراک تو موجود ہے لیکن چوپایوں کی طرح رینگتی مخلوق کی دسترس سے باہر ہے اور اس انسان نما مخلوق تک پہنچنے میں شاید زمانے بیت جائیں۔

ناول میں جا بجا بکھرے ہوئے تخلیقی جملے بیانیے کے حسن میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

''ہمیشہ ایک لمحہ آتا ہے جب آدمی کے پاس خطرہ مول لینے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں رہتا۔'' ۱۳

''اندھے ہمیشہ جنگ کرتے ہیں ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے۔'' ۱۴

''اس دنیا میں جہاں کوئی امید باقی نہ رہی ہو زندگی کرنا بھی اندھا پن ہے۔'' ۱۵

''سڑکیں خوراک کی تلاش میں مرتے مارتے پھرتے، ایسے اندھے لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔'' ۱۶

''ہم صرف ایک ہی معجزہ برپا کر سکتے ہیں کہ جئے جائیں۔'' ۱۷

''مجھے دکھ ہے تم ایک ایسے گواہ کی طرح ہو جو عدالت کی تلاش میں ہے۔'' ۱۸

''دو اندھے ایک اندھے کے مقابلے میں زیادہ دیکھ سکتے ہیں'' ۱۹

''اس کتے کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ یہ انسانوں کے کچھ زیادہ ہی قریب آ گیا ہے یہ انہی کی طرح

دکھا اٹھائے گا۔''[۲۰]

مندرجہ بالا جملے اس ناول کی داخلی بصیرت جو خارجی بے بصری کے تجربے سے حاصل شدہ ہے، کی گواہی میں کافی ہیں۔ عہدِ جدید کے المیوں کو ابہام کی بھول بھلیوں میں شناخت کرنا حوزے ساراما گو کا بڑا کارنامہ ہے۔

اس ناول میں حوزے ساراما گو نے بڑے عہدے پر منسلک لوگوں اور حکومت پر طنزیہ انداز میں تنقید بھی کی ہے جو معصوم انسانوں کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں ہوئے اپنے مفاداتی منظر سے آگے دیکھنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ ہمارے سامنے ظلم ہو رہا ہوتا ہے لیکن ہم اسے نہ تو روکتے ہیں اور نہ ہی اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں بلکہ اس وقت سب دیکھنے کے باجود اندھے بن جاتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح ہم بھی ظلم کرنے والے کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ ہر روز انسانیت تذلیل کا شکار ہو رہی ہے۔ اس نئے استحصالی نظام نے انسان میں ڈر، خوف اور دہشت کو برپا کر دیا ہے۔ مثلاً جیسا کہ ''اندھے لوگ'' ناول میں استحصالی گروہ دوسرے لوگوں کے جائز حقوق یعنی کھانے پینے کی اشیاء وغیرہ پر قبضہ کر لیتا ہے اور کھانے کے بدلے میں لوگوں سے ان کی قیمتی اشیاء کا مطالبہ کرتا ہے اور ساتھ ساتھ عورتوں کی تجارت بھی کرتا ہے لیکن ان کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھاتا تو یہ ظلم کی انتہا ہی ہے۔ ایسا ہی جدید عہد میں ہے کہ جس میں ہر شخص عدم تحفظ کا شکار ہے۔ جدید عہد میں ہر شخص اندھے پن کا شکار ہے جس سے وہ خود نکلنے کی کوشش نہیں کرتا اور یہ اندھا پن اب اس کی ذات کا حصہ بن گیا ہے۔ حوزے ساراما گو نے اس حوالے سے کہا ہے کہ: ''اندھا پن ایک ذاتی معاملہ ہے کسی شخص کی آنکھوں کا جن کے ساتھ وہ پیدا ہوا تھا یا ہوئی تھی''[۲۱] اسی طرح دولت کی غیر مساویانہ تقسیم بھی اندھے پن ہی کی ایک وجہ ہے حوزے ساراما گو کا یہ ناول کئی سیدھے سوالات اٹھاتا ہے کہ کیا ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھانا از خود ایک ظلم نہیں ہے؟ کیا ہماری معاشرتی بے حسی اندھے پن کا شکار نہیں؟ اگر اسی قسم کے حالات رہے کہ جہاں انصاف، سچائی، ایمانداری نام کی چیزیں نہ ہوں تو ہمارا مستقبل کیا ہوگا؟

ناول میں ڈاکٹر کی بیوی اپنے خاوند سے اندھے پن کے حوالے سے سوال کرتی ہے کہ سب لوگ اس مرض کا شکار کیوں ہوئے تھے تو ڈاکٹر کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ جس پر اس کی بیوی اس اسرار سے پردہ اٹھاتی ہے۔

> ''میرا نہیں خیال کہ ہم اندھے ہوئے تھے میرا خیال ہے کہ ہم اندھے ہیں، اندھے لیکن دیکھنے والے، اندھے لوگ جو دیکھ سکتے ہیں لیکن نہیں دیکھتے''[۲۲]

حوزے ساراما گو کے ناول ''اندھے لوگ'' کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ

> ''ساراما گو نے ناول میں ''اندھے پن'' کو ذاتی اور سماجی دونوں قسم کی تباہی کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے'' [۲۳]

حوزے ساراما گو کے ناول میں حکومتی عہدیداروں، اور موجودہ انسان کی تہذیب کی ٹوٹ پھوٹ کی اصل

صورت دکھائی گئی ہے۔ ''اندھے لوگ'' ایک طاقتور شبیہ ہے انسان کی ناقص خواہشات اور کمزوریوں کی''[۲۴] ''اندھے لوگ'' میں حوزے ساراما گو نے چھوٹے سے گروہ ڈاکٹر، ڈاکٹر کی بیوی، کالے چشمے والی لڑکی، سیاہ پیوند والا بوڑھا آدمی، بھینگی آنکھ والا لڑکا، پہلا اندھا آدمی، پہلے اندھے آدمی کی بیوی، کے کرداروں کے ذریعے یہ بھی دکھایا ہے کہ اتفاقی رفاقت اگر مسئلے کا حل نہ بھی ہو تو اذیت کی شدت میں کمی کا باعث بن سکتی ہے۔

حواشی:

۱۔ افضال احمد، سید، مٹی کی کان، (کراچی: آج پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص:۲۳

۲۔ جرمن شاعر ایرش فریڈ کی نظم

۳۔ سیموئیل بیکٹ، گودو کے انتظار میں، (اسلام آباد: الحمرا پبلشرز)، ص:۱۷

۴۔ Quotes of Jose Saramago (https://medium.com)

۵۔ ایضاً

۶۔ Sarah Lidipo Manyika, "Why a classic portuguese Novel Should be on your To-Read List (www.Ozy.com) Oct 26, 2017.

۷۔ حوزے ساراما گو، اندھے لوگ، مترجم: احمد مشتاق، (کراچی: شہزاد پبلشرز، ۲۰۱۱ء)، ص:۲۳۱

۸۔ ایضاً، ص:۲۵

۹۔ ایضاً، ص:۳۳۴

۱۰۔ احمد فراز، شہرِ سخن آراستہ ہے، (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)، ص:۲۴۹

۱۱۔ محمد عمر میمن، فنِ فکشن نگاری، جلد اول، (کراچی: مکتبہ دانیال، ۲۰۱۶ء)، ص:۱۷۰

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۹۱

۱۳۔ حوزے ساراما گو، اندھے لوگ، مترجم: احمد مشتاق، ص:۱۴

۱۴۔ ایضاً، ص:۲۱۰

۱۵ ایضاً، ص:۲۲۷

۱۶۔ ایضاً، ص:۲۸۲

۱۷۔ ایضاً، ص:۳۲۰

۱۸۔ ایضاً، ص:۳۲۱

۱۹۔ ایضاً، ص:۳۳۰

۲۰۔ ایضاً،ص:۳۳۴

۲۱۔ ایضاً،ص:۳۸

۲۲۔ ایضاً،ص:۳۵۲

۲۳۔ Blindess by Jose Saramago (faculty.webster.edu)

۲۴۔ Blindess by Jose Saramago (riskybuisness.web.unc.edu)

مآخذ:

۱۔ افضال احمد سید، مٹی کی کان، کراچی: آج پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء

۲۔ جرمن شاعر ایرش فریڈ کی نظم

۳۔ سیموئیل بیکٹ، گودو کے انتظار میں، اسلام آباد: الحمراء پبلشرز، س ن

۴۔ حوزے ساراما گو، اندھے لوگ، مترجم: احمد مشتاق، کراچی: شہزاد پبلشرز، ۲۰۱۱ء

۵۔ احمد فراز، شہرِ سخن آراستہ ہے، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء

۶۔ محمد عمر میمن، فنِ فکشن نگاری، جلد اول، کراچی: مکتبہ دانیال، ۲۰۱۶ء

☆☆☆